وقف جدید کے مقاصد نیز نئے سال اور اس کے عالمگیر کرنے کا اعلان

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۷ / دسمبر ۱۹۸۵ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا:

آج سے اٹھائیس برس پہلے ۱۹۵۷ء میں حضرت مصلح موعود نے وقف جدید انجمن احمدیہ کی بنیاد ڈالی۔ یہ تحریک بنیادی طور پر دو اغراض سے جاری کی گئی۔ پہلی غرض تو یہ تھی کہ پاکستان کے دیہاتی علاقوں میں چونکہ یہ ممکن نہیں تھا کہ ہر جگہ ایک مربی کو تعینات کیا جائے۔ اس لئے وہاں خصوصاً نئی نسلوں میں تربیت کی کمزوری کے آثار ظاہر ہونے شروع ہوئے، نہ صرف نئی نسلوں میں بلکہ تقسیم ہند کے بعد جو لوگ نوجوان تھے وہ بھی کئی قسم کی معاشرتی خرابیوں کا شکار ہوئے اور بعض صورتوں میں وہ بنیادی طور پر دین کے مبادیات سے بھی غافل ہو گئے۔ چنانچہ حضرت مصلح موعود نے بشدت یہ محسوس کیا کہ جب تک کوئی ایسی تحریک نہ جاری کی جائے جس کا تعلق خالصۃً دیہاتی تربیت سے ہو اس وقت تک دیہاتی علاقوں میں احمدیت کے مستقبل کے متعلق ہم بے فکر نہیں ہو سکتے۔

چنانچہ جب حضور نے اس تحریک کا آغاز فرمایا تو اولین ممبران وقف جدید میں خاکسار کو بھی مقرر فرمایا اور ان دنوں میں بیمار تھے لیکن بیماری کے باوجود ذہن ہر وقت اسلام کی ترقیات کے متعلق سوچتا رہتا تھا۔ تو ابتدائی نصیحتیں جو مجھے کیں ان میں ایک تو یہی دیہاتی تربیت کی طرف توجہ دینے کے متعلق ہدایت تھی اور دوسرے ہندوؤں میں تبلیغ کی خاص طور پر تاکید کی گئی تھی۔ بہر حال یہ پہلا مقصد

دیہاتی تربیت کا تھا اور دوسرا مقصد پاکستان میں بسنے والے ہندوؤں کو مسلمان بنانا تھا۔

دیہاتی تربیت کے متعلق جب آغاز ہی میں میں نے جائزہ لیا تو بعض صورتوں میں تو نہایت ہی خوفناک کوائف سامنے آئے۔ مختلف اضلاع کے بعض دیہات کو نمونہ بنا کر وہاں ایسے معلمین اور بعض دفعہ غیر معلمین جو اپنے آپ کو اس کام کے لئے پیش کرتے تھے ان کو بھجوا کر باقاعدہ ایک فارم کو بھروایا گیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ باجماعت نماز پڑھنے والوں کی تعداد بعض جگہ اتنی گر گئی ہے کہ پوری جماعت میں جتنے باجماعت نمازی ہونے چاہئیں اس کے مقابل پر دس فیصدی بھی نہیں رہے۔ بعض دیہات میں بہت بڑی تعداد میں بچے ایسے نظر آئے جن کو نماز بے ترجمہ بھی نہیں آتی تھی اور تلفظ کی غلطیاں تو اتنی عام تھیں کہ کلمہ بھی صحیح تلفظ کے ساتھ ادا نہیں کیا جا سکتا تھا۔ تو بہت ہی خوفناک اعداد و شمار سامنے آئے اور اس وقت یہ محسوس ہوا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جو خدا نے مصلح موعود کا وعدہ فرمایا تھا یہ اسی وعدے کا ایک حصہ ہے۔ بڑی گہری بصیرت بھی آپ کو عطا فرمائی اور وقتاً فوقتاً ایسے بنیادی اقدامات کرنے کی طرف بھی اللہ تعالیٰ توجہ دلاتا رہا جو جماعت کی اصلاح میں نمایاں سنگ میل کی حیثیت رکھتے تھے اور ہمیشہ رکھتے رہیں گے۔

چنانچہ وقف جدید کی تحریک ان کوائف اور اعداد و شمار کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنے لئے خود ہی لائحہ عمل ڈھالتی رہی اور متعدد طریق ایسے اختیار کئے گئے جس سے جماعت کی حالت سنبھلنی شروع ہو، ان کو اپنے فرائض کا احساس ہو، اپنے مقام کا احساس ہو اور جس حد تک ممکن ہو وہ دنیا کے سامنے ایک اچھا نمونہ پیش کر سکیں۔ دیہاتی جماعتوں میں اگرچہ علم کی کمی کی وجہ سے تربیتی لحاظ سے کمزوری بھی جلدی پیدا ہو جاتی ہے لیکن عام طور پر اخلاص کا معیار اور اطاعت کا معیار بلند ہے اور کمزوری جتنی جلدی پیدا ہوتی ہے اتنی جلدی وہ دور کرنے کے لئے بھی تیار ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ اس تحریک کے نتیجے میں عملاً یہ بات سامنے آئی کہ بعض جماعتوں میں جہاں نمازی بھی دس فیصد نہیں تھے وہاں چند مہینے کی کوششوں میں ہی خدا کے فضل سے تیس چالیس فیصدی تک تہجد گزار لوگ پیدا ہو گئے۔ بچے اور بوڑھے اور عورتیں سبھی نے نیک کاموں میں حیرت انگیز تعاون کا نمونہ دکھایا۔ معلمین کی کمی کی وجہ سے ہمیں پھر ان کو بار بار مختلف اضلاع میں بدل بدل کر مقرر کرنا پڑا۔ روپے کی شروع میں بہت کمی محسوس ہوتی تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اس میں بھی برکت ڈالی اور رفتہ رفتہ یہ تحریک اس پہلو سے

خوب اچھی طرح اپنے پاؤں پر کھڑی ہوگئی۔

جہاں تک ہندوؤں میں تبلیغ کا تعلق ہے شروع کے چند سالوں میں ہمیں باوجود بہت کوشش کے کوئی پھل نہیں ملا۔ خصوصاً وہ علاقے جہاں ہندو قومیں زیادہ آباد ہیں وہاں کئی قسم کے ایسے مسائل تھے جن کے ساتھ نپٹنا ہمارے بس کی بات نہیں تھی اور پھر اجنبیت اتنی تھی اور اسلام کے خلاف ان پسماندہ اقوام میں جن میں زیادہ تر ہندو ملتے ہیں ایک دوری اس وجہ سے بھی پائی جاتی تھی کہ ان علاقوں کے مسلمانوں کا ان سے اچھا سلوک نہیں تھا۔ مثلاً زیادہ تر سندھ میں یہ پسماندہ قومیں آباد ہیں جن کی بڑی بھاری اکثریت ہندو ہے۔ یہ مزدور پیشہ لوگ ہیں اور سندھ کے مختلف علاقوں میں موسم کے لحاظ سے آتے اور جاتے رہتے ہیں۔ ان کا اصل بنیادی ٹھکانہ تھر ہیں یعنی وہ ریگستانی علاقہ جو سندھ اور ہندوستان کے درمیان واقع ہے۔ کہیں بارڈر سے پچاس میل تک اندر آ گیا ہے یعنی تھر کا ریگستانی علاقہ۔ کہیں کم ہو گیا ہے۔ بہرحال ایک بہت چوڑی بیلٹ (Belt) ہے جو پاکستان کے زرخیز علاقے کو ہندوستان کے بارڈر سے الگ کرتی ہے۔ اور اس ساری بیلٹ (Belt) میں اگرچہ ایک حصہ میں مسلمان بھی آباد ہیں مگر بھاری اکثریت انہی پسماندہ ہندو اقوام کی ہے۔

ان کے ساتھ دو طرح سے بدسلوکی ہوئی۔ ایک تو یہ کہ جب یہ لوگ مزدوری کے لئے زمینداروں کے پاس جاتے تھے تو ان کے ساتھ اچھا معاملہ نہیں ہوتا تھا اور جہاں بھی بس چلا ان کی مزدوریاں دبائی گئیں۔ جہاں بھی کسی کی پیش گئی ان کے اوپر بعض دفعہ جھوٹے مقدمے بھی بنائے گئے۔ پولیس سے سزائیں بھی دلوائی گئیں اور حتی الامکان بیگار لینے کی کوشش کی گئی۔ اس لئے ان کے دل میں مسلمانوں کے خلاف ایک تنفر پایا جاتا تھا۔ دوسرے ہندوؤں سے بڑھ کر ان سے مسلمان چھوت چھات کرتے تھے اور یہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ کسی اچھوت کو یعنی ان اقوام کے کسی انسان کو اپنے برابر بٹھائیں یا ان برتنوں میں یہ بھی پانی پئیں جن میں وہ پیتے تھے یا اپنے برتنوں میں ان کو پانی پینے دیں۔ تو پوری طرح چھوت چھات کا سلوک بھی ان سے کیا جا رہا تھا۔ اس لئے جب ہم نے وہاں معلمین بھجوائے تو یہ بہت ہی بدکتے تھے، اسلام سے گھبراتے تھے اور نتیجۃً کئی سال کی کوششوں کے باوجود کوئی ایک بھی پھل نہیں لگا۔ بہرحال حضرت مصلح موعود کی طرف سے بار بار تاکید تھی کہ اس کام کو چھوڑنا نہیں اور اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا پھر بالآخر ان کا یہ جمود ٹوٹا، ان کی نفرت دور ہوئی۔ محبت اور

پیار کے ساتھ جب ان کو اسلام کی تعلیم دی گئی تو توجہ پیدا ہونی شروع ہوئی پھر انہیں میں سے واقفین بھی پیدا ہوئے جنہوں نے بہت جلدی جلدی اخلاص میں ترقی کی اور اپنے آپ کو وقف کیا۔ اور جب ایک دفعہ یہ جمود ٹوٹا تو اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ تیزی کے ساتھ ان میں اسلام پھیلنا شروع ہو گیا۔

اس کے علاوہ ایک اور بڑی اہم مشکل یہ تھی کہ ان قوموں کے خصوصی حالات کی وجہ سے عیسائی ان کو اپنا شکار سمجھتے تھے۔ وہ خصوصی حالات خود بہت ہی دردناک ہیں اور ان کی پسماندگی میں ان حالات نے اور بھی زیادہ دکھوں کا اضافہ کر دیا تھا۔ اس ہندو علاقے میں صرف پسماندہ قومیں نہیں بلکہ ہندو مہاجن بھی آباد ہے اور بعض قصبات میں تو سو فیصدی ہندوؤں کی آبادی ہے۔ ایک بھی مسلمان قصبے کے اندر موجود نہیں اور ان کی ساری معیشت، ساری اقتصادیات مہاجن کے ہاتھ میں ہے۔ چنانچہ ان کی غربت سے استفادہ کرتے ہوئے اور موسمی مصائب سے فائدہ اٹھاتے ہوئے رفتہ رفتہ ہندو مہاجن نے ان کی ساری زمینیں گروی رکھ لیں اور جب ایک موقع پر مجھے وہاں جا کے خود جائزہ لینے کی توفیق ملی تو اس وقت یہ کوائف سامنے آئے کہ سارے علاقے میں سو فیصدی زمین تو ان پسماندہ لوگوں کی ہے لیکن عملاً سو فیصدی فصل ہندو مہاجن کی ہے۔ طریق کار یہ جاری تھا کہ جب موسم مثلاً خراب ہو بعض دفعہ (زیادہ تر باجرے کی فصل ہوتی تھی) وقت پر بارش نہ ہو تو اگلے سال کے لئے ان کے پاس بیج کے لئے بھی پیسے نہیں ہوتے تھے۔ مہاجن سستے زمانے کا بیج لے کر سنبھال کے رکھ لیتا تھا۔ اور اوّل تو زیادہ قیمت پر ان کو دیتا تھا اور پھر سود پر دیتا تھا اور وہاں کا جو سود ہے وہ بھی عام سود سے مختلف ہے۔ وہ مہینے کے حساب سے ہے مثلاً پانچ روپے مہینہ سو روپے پر اور یہ سود بھی رعایت سمجھی جاتی ہے کہ بڑی نرمی کا سلوک کیا گیا ہے۔ سال پہ وہ عمداً اس لئے شمار نہیں کرتے کہ اس سے زیادہ نظر آئے گا۔ ساٹھ روپے سو پر سال تو بہت بڑی رقم نظر آتی ہے۔ تو وہ کہتے ہیں پانچ روپے مہینہ، چھ روپے مہینہ، دس روپے مہینہ اس طرح وہ سود چلتا ہے اور سود پر دیا ہوا جو بیج ہے اگر وہ کاشت کیا جائے اور پھر وقت پر بارش نہ ہو تو سارا سال وہ پانچ روپے مہینہ سود پر بڑھنا شروع ہو جاتا ہے اور اگلی فصل کے لئے بعض دفعہ ان کو دوبارہ قرض لینا پڑتا ہے اور اس دوران پھر مہاجن سے لے کر کھاتے بھی ہیں۔ اور اس طرح رفتہ رفتہ چند سالوں کے اندر یہ کیفیت ہوگئی کہ بعض علاقوں میں ان سے میں نے براہ راست خود سوال کیا تو پتہ چلا کہ آئندہ دس دس سال کی فصلوں کی آمدان پر قرض ہے اور کسی

قیمت پر ان کے چکر سے نکلنے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ یعنی مزارعت کی جو بدترین اور ذلیل ترین قسم ایک انسان سوچ سکتا ہے وہ وہاں رائج تھی اور ابھی تک رائج ہے۔

زمیندار جب اپنی زمین کسی کو مزارعت پر دیتا ہے تو زمین محنتی کی نہیں ہوتی زمین اس کی ہوتی ہے اور محنت کرنے والا اور ہے۔ وہ دونوں اس کو نصف نصف یا جس طرح بھی طے ہو آپس میں بانٹتے ہیں۔ یہاں زمین محنتی کی ہے مزارعت کا حصہ بٹانے والے کی نہیں۔ محنت بھی اس کی ہے زمین بھی اس کی ہے اور اس کے باوجود اس کی ساری فصل غیر کی ہے اور اس فصل میں سے پھر وہ سود پر زیادہ قیمت پر خود اپنی بوئی ہوئی فصل کا پھل اس سے منت کر کے مانگتا ہے اور اسی پر پھر وہ گزارہ کرتا ہے۔ یہ صورتحال بہت ہی زیادہ خوفناک ہو جاتی اگر یہ لوگ مزدوری کے لئے سندھ کے علاقوں میں نہ جاتے۔ اس لئے یہ مزدوری کے لئے جب سندھ کے علاقے میں جاتے ہیں تو وہاں سے کچھ نہ کچھ کما کر لے آتے ہیں جس سے ان کی بسر اوقات چلتی رہتی ہے۔

وہاں جا کر پھر جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے زیادہ تر مسلمان زمینداروں سے واسطہ پڑتا ہے اور ان میں سے بھی بسا اوقات اکثر کے ظلم کا نشانہ بننا پڑتا ہے سوائے چند ایک قصبات کے وہاں کوئی سکول نہیں ہیں، کوئی شفاخانے نہیں ہیں۔ اس لئے پسماندگی میں جہالت کا بھی اضافہ اور صحت کی خرابی، اس کے باوجود یہ لوگ محنتی ہیں۔ اس کثرت کے ساتھ ان میں سل کی بیماری پائی جاتی ہے اور دانتوں کی بیماری پائی جاتی ہے کہ کوئی اور قوم ہوتی تو بالکل ہی ہاتھ پاؤں توڑ کے بیٹھ جاتی لیکن بڑی ہمت والے لوگ ہیں۔ ان تکلیفوں کے باوجود بہت محنتی قوم ہے اور سندھ میں جو عموماً زمینداروں میں محنت کی عادت ہے اس سے کئی گناہ زیادہ محنت کر سکتے ہیں اور دیانت دار ہیں، لین دین میں صاف ہیں۔ یہ ایک اور خوبی ان میں حیرت انگیز طور پر پائی جاتی ہے۔ ان حالات کو دیکھ کر عیسائی قوموں کے لئے تو یہ تر لقمہ تھے۔ چنانچہ پیشتر اس سے کہ وقف جدید وہاں کام شروع کرتی عیسائیوں نے وہاں جال پھیلا دیئے تھے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب کہ پی۔ ایل ۴۸۰ کی وجہ سے بہت سی رقم عیسائی مشنریوں کو امریکہ کی طرف سے گندم کی مدد کے طور پر ملتی تھی، خشک دودھ ملتا تھا اور اسی طرح کئی قسم کی سہولتیں تھیں دوائیاں مفت تقسیم کرنے کے لئے ملتی تھیں، گشتی شفاخانے ان کے رائج تھے۔

تو ان حالات میں وقف جدید نے وہاں کام کا آغاز کیا۔ یعنی ہر سمت سے بظاہر یوں لگتا تھا

کہ ایک ٹھوس دیوار ہے جو سامنے حائل ہے کہ آگے نہیں بڑھنا لیکن اللہ تعالیٰ نے حیرت انگیز فضل فرمایا یہ ساری دیواریں ٹوٹ گئیں۔ اس قوم نے غیر معمولی طور پر ہمیں نئی راہیں عطا کیں اور رفتہ رفتہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے پھیلتے پھیلتے جو مجھے آخری فگرز (Figures) یاد ہیں جب میں وقف جدید میں تھا۔ تو ایک سو تنتالیس دیہات میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے اسلام قائم ہو چکا تھا۔ اور عیسائیوں کے کلیتہً وہاں سے پاؤں اکھڑ گئے تھے۔ شروع ہی میں معلمین وقف جدید کی طرف سے جب یہ تقاضے ہوئے کہ ہمیں بھی مدد کے لئے کچھ دیا جائے ورنہ یہ لوگ عیسائیوں کی جھولی میں چلے جائیں گے تو میں نے بہت ہی اصرار کے ساتھ ان کو اس بات سے روکے رکھا۔ میں نے کہا کہ اگر دولت تقسیم کرنے کا مقابلہ ہوا تو ہم تو عیسائیوں کے مقابل پر ہزارواں لاکھواں حصہ بھی خرچ نہیں کر سکتے اور دوسرے یہ کہ جس قوم کو ہم نئی زندگی عطا کرنا چاہتے ہیں اس کے اچھے اخلاق کو بھی گندگی میں تبدیل کر دیں یہ کیسے ممکن ہے۔ ان میں خودداری ہے، ان میں لین دین کے اچھے معاملات کی عادت ہے، لین دین کی تمیز ہے، محنت کی عادت پائی جاتی ہے، اگر ہم ان کو بھکاری بنا دیں تو اس اسلام کا ان کو کیا فائدہ۔ ہم تو پسماندہ اقوام کو اٹھا کر انسانی سطح پہ بلند کرنا چاہتے ہیں تو ہر پہلو سے یہ بات غلط ہے۔

چنانچہ وقف جدید نے شروع سے ہی یہ مصمم ارادہ کیا ہوا تھا اور اس پر آخری وقت تک عمل رہا ابھی بھی اسی پر عمل ہے کہ ان کو بھک منگا نہیں بنانا۔ ہاں بعض دوسری صورتوں میں اگر جب بھی ممکن ہو ان کی مدد اس رنگ میں کی جائے کہ ان کو سود کی لعنت سے بچایا جائے۔ چنانچہ ہم نے فصلوں کی کاشت کے وقت ان کو بعض جگہ قرضے دینے شروع کئے خصوصاً ان سالوں میں جب کہ بہت زیادہ حالات خراب ہوتے تھے۔ وقف جدید کی بہت ہی معمولی حیثیت ہے لیکن اللہ تعالیٰ کاموں میں برکت ڈال دیتا ہے۔ بیج ہم نے بھی پہلے سے لے کر رکھنا شروع کر دیا اور وقت کے اوپر ان کو گندم یا باجرے کا بیج اصل قیمت پہ دیتے تھے۔ نہ صرف یہ کہ سود نہیں بلکہ منافع بھی کوئی نہیں ہوتا تھا۔

کوئی کاغذی لین دین نہیں تھا اگر وہ لے کر بھاگنا چاہتے تو سب کچھ لے کر بھاگ جاتے لیکن خدا کے فضل کے ساتھ ایک آنہ بھی ضائع نہیں ہوا۔ اس سے آپ اندازہ کریں کہ ان کا قومی کردار کتنا بلند ہے۔ پاکستان کے کسی اور علاقے میں کتنی لکھت پڑھت کریں، روپے کی حفاظت کا کتنا انتظام کر لیں یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ سارا روپیہ واپس آجائے اور اگر بے احتیاطی کریں تو یہ ممکن ہے کہ

سارے کا سارا روپیہ ضائع ہو جائے، ایک پیسہ بھی واپس نہ آئے لیکن اس ہندو پسماندہ علاقے میں آج تک وقف جدید کا ایک پیسہ بھی ضائع نہیں ہوا، بڑی دیانت داری کے ساتھ یہ واپس کرتے رہے۔ یہاں تک کہ ابھی پچھلے دو سال کی بات ہے باوجود اس کے کہ حکومت کی طرف سے اور علماء کی طرف سے ان لوگوں کی طرف شدید دباؤ تھا کہ تم احمدیت سے پھر کر اپنے مذہب میں واپس چلے جاؤ۔ یعنی مشرک ہو جاؤ، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت اور اللہ کی توحید کے گن گانے چھوڑ دو اور بتوں کی پرستش شروع کردو۔ یہ ہمیں زیادہ قابل قبول ہے بہ نسبت اس کے کہ تم احمدی مسلمان کہلاؤ اور ہر قسم کی مدد ان کو دی جاتی تھی اس معاملے میں کہ اگر وہ احمدیوں کے خلاف کوئی کارروائی کرنا چاہیں تو پوری طرح ان کو ہر قسم کی اعانت حاصل ہوگی۔ ایسے زمانے میں بھی ان کو جو رقم بیج کے طور پر دی گئی وہ ساری کی ساری انہوں نے واپس کی۔

تو یہ وہ قوم ہے جس میں خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ اور اس پر توکل کرتے ہوئے وقف جدید نے کام شروع کیا اور عیسائیوں کے پاؤں وہاں سے اکھیڑے، کسی پیسے کے زور پر نہیں بلکہ دلائل کے زور سے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علم کلام اتنا مضبوط ہے، اتنا قوی ہے کہ اس کے سامنے عیسائی کے پاؤں ٹھہر ہی نہیں سکتے۔ بالکل تھوڑی تعلیم والے معلمین جو واقعات لکھا کرتے تھے حیرت ہوتی تھی کہ کس طرح خدا تعالیٰ ان کو جواب سجھاتا ہے۔ عیسائی پادریوں کی بڑی بڑی مجالس لگی ہوتی تھیں اور وہاں ایک معلم اٹھ کے سوال شروع کر دیتا تھا اور کچھ دیر کے بعد وہ اپنی صف لپیٹ کر بوریا بستر لپیٹ کر وہاں سے غائب ہو جایا کرتے تھے۔ تو عام چرچا شروع ہو گیا کہ عیسائیوں کے یہ پاؤں نہیں جمنے دیتے اور واقعۃً کچھ عرصہ کے بعد وہاں سے عیسائی تبلیغ ختم ہوگئی لیکن اب کچھ عرصہ سے اس بدلے ہوئے ماحول سے فائدہ اٹھا کر یہ سمجھتے ہوئے کہ حکومت کی ساری طاقت اور علماء کی ساری طاقت احمدیوں کے مقابل پر عیسائیوں کے ساتھ ہوگی انہوں نے دوبارہ وہاں پر پَر پرزے پھیلانے شروع کئے ہیں۔ سکول جاری کرنے شروع کئے ہیں، شفا خانے کھولے ہیں، دوبارہ امداد دینی شروع کی ہے اور جہاں تک میں نے تخمینہ لگایا ہے کروڑ ہا روپیہ ان علاقوں میں خرچ کر کے ان کو عیسائی بنانے کی کوشش کی جارہی ہے۔ اس لئے جوابی کارروائی کے طور پر جماعت احمدیہ بھی کم سے کم اتنی مؤثر کارروائی کرے گی کہ وہ اپنے ارادوں میں کامیاب نہ ہوں لیکن یہ کم سے کم کارروائی ہے۔

مومن کی کوشش یہ ہونی چاہئے کہ جب مخالفانہ کوشش شروع ہو تو صرف اس کوشش کو ناکام نہیں بنانا بلکہ ترقی کی رفتار کو پہلے سے کئی گنا تیز کر کے دکھانا ہے۔تا کہ ایسی کوشش کرنے والوں کی ہمتیں ٹوٹ جائیں۔ان کو کبھی وہم بھی نہ آئے کہ الہٰی جماعتوں پر ہاتھ ڈال کر ہم کسی طرح کی بھی کامیابی حاصل کر سکتے ہیں۔ **اس لئے نہ صرف ان عیسائیوں کی طاقت کو وہاں توڑنا ہے، ان کوششوں کو ناکام بنانا ہے بلکہ ترقی کی رفتار کو پہلے سے زیادہ تیز کرنا ہے۔یہ وہ مقاصد ہیں جو میں وقف جدید کے لئے آئندہ چند سالوں کے لئے متعین کرتا ہوں۔**

اس ضمن میں ایک نائب ناظم وقف جدید کو ربوہ کی بجائے ان علاقوں میں منتقل کر دیا گیا ہے۔ وہ مستقلاً اب وہیں بیٹھ کر وہیں اپنا اڈا جمائیں گے اور وہیں بیٹھ کے کام کریں گے اور ان کو ہدایت دے دی گئی ہے کہ چھوٹے چھوٹے مدرسے قائم کریں، چھوٹے چھوٹے شفاخانے قائم کریں اور دعا کے ساتھ جب وہ کوشش کریں گے تو عیسائیوں کے بڑے شفاخانے بھی انشاء اللہ تعالیٰ ان چھوٹے شفاخانوں کے مقابل پر ناکام ہو جائیں گے۔

ایلو پیتھک کی توفیق نہیں تو ہومیو پیتھک علاج شروع کریں اور پہلے بھی اس علاقے میں اس علاج کا کافی تعارف ہے۔ہم نے جب شروع میں کام کیا تو شفاخانے تو کھول نہیں سکتے تھے لیکن سب معلمین کو ہومیو پیتھک سکھا کر اور کچھ نسخے رٹا کر جو روزمرہ میرے استعمال میں آچکے تھے ہم نے ان کو بھیج دیا کہ اسی سے علاج شروع کرو اور علاقے میں اچھی خاصی شہرت ہوگئی۔ پھر بعض ذہین معلمین نے نئے نئے تجربوں سے اپنے نسخے بھی نئے ایجاد کئے اور بعض بیماریوں میں تو قادیانی ڈاکٹر سارے تھر کے علاقے میں مشہور تھے۔ جب کوئی خاص بیماری ایسی ہوتی تھی تو وہ دور دور کے علاقے سے سو سو میل کے سفر کر کے بھی وہ قادیانی ڈاکٹر کی تلاش میں پہنچا کرتے تھے۔

مثلاً ایک بیماری ہے جو باقی جگہ بھی پائی جاتی ہے لیکن وہاں خاص طور پہ پائی جاتی ہے۔ ایک باریک سا کیڑا پاؤں میں داخل ہو جاتا ہے اور وہ بڑھتا رہتا ہے سینکڑوں گز تک وہ بڑھ جاتا ہے اور جب اس کو کسی طرح اگر پکڑ کے نکالیں بھی تو وہ ٹوٹ جاتا ہے اور پھر بڑھنا شروع ہو جاتا ہے اور بظاہر اس کا کوئی علاج نہیں۔ایلو پیتھک میں کوئی علاج ہوں گے لیکن اس علاقے تک تو بہر حال وہ علاج نہیں پہنچے تھے۔نہایت ہی خوفناک بیماری ہے جس سے بڑی تکلیف کے ساتھ مریض مرتا ہے۔

اور ہمارے ایک نومسلم ڈاکٹر نثار احمد مورانی نے اپنے طور پر ہی حالانکہ ہمیں تو اس بیماری کا پہلے خیال نہیں تھا سلیشیا ایک ہومیو پیتھک دوا ہے دینی شروع کر دی اور اللہ تعالیٰ نے ایسا فضل دکھایا کہ سلیشیا کھانے سے وہ کیڑا سارے کا سارا اندر ہی پگھل جاتا تھا اور سارے علاقے میں شور پڑ گیا کہ ایک احمدی ڈاکٹر کے پاس علاج آ گیا ہے۔ چنانچہ دور دور سے لوگ آنے شروع ہو گئے۔ تو غریبانہ علاج ہی سہی اب وہاں انشاء اللہ اس علاج کی سہولت کو مزید پھیلایا جائے گا اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے برکتیں ڈالے گا۔ غریبانہ علاج کی بحث نہیں ہے، بحث یہ ہے کہ شافی مطلق کس کے ساتھ ہے۔ اگر وہ بڑے بڑے شفا خانوں کو چھوڑ کر چھوٹی چھوٹی جھونپڑیوں میں آ جائے تو شفا بھی ان جھونپڑیوں کی طرف منتقل ہو جائے گی اور شفا خانوں کو چھوڑ دے گی۔ اس لئے وقف جدید کو تو اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ یہ سہارا ہے کہ خدا ان کے ساتھ ہے۔ میں امید رکھتا ہوں کہ انشاء اللہ اس ذریعہ سے عیسائیوں کی کارروائی کا مؤثر جواب دیا جائے گا۔

اس کے علاوہ سندھ میں جو زمیندار توفیق رکھتے ہیں ان کو یہ تحریک کرتا ہوں کہ وہ وقف عارضی میں زیادہ اس علاقے میں جانا شروع کریں اور شہروں کے لوگ بھی کراچی، حیدر آباد وغیرہ خصوصاً سندھ کے علاقے کے جو کسی پہلو سے بھی کوئی فائدہ ان قوموں کو پہنچا سکتے ہوں مثلاً ڈاکٹر ہوں، وکیل ہوں، تعلیم کے ماہرین ہوں کسی پہلو سے بھی وہ ایسے علاقوں میں کسی قسم کا فائدہ پہنچا سکتے ہوں ان کو بھی چاہئے کہ وہ اب وقف عارضی کریں اور زیادہ سے زیادہ وہاں جا کر ذاتی تعلق قائم کریں۔ ایک زمانے میں امیر صاحب کراچی نے اس طرف توجہ دی تھی تو بعض واقفین ہر طبقۂ زندگی کے وہاں پہنچنے شروع ہوئے اور وہاں سے جو چٹھیاں آتی تھیں ان سے معلوم ہوتا تھا کہ غیر معمولی فائدہ پہنچا ہے۔ کوئی مثلاً فوجی ریٹائرڈ ہیں وہ وہاں گئے اور وہاں پتہ لگا کہ بعض فوجی وہاں ظلم کر رہے ہیں، تو ایک پیشے سے تعلق رکھنے والوں کو آپس میں ایک دوسرے کی شرم ہوتی ہے، وہ ان سے ملے اور ان سے جا کے رابطہ قائم کیا، پتہ لگا کہ یہ بھی بے وجہ ہی غلط فہمیوں کے نتیجہ میں ان کو ظلم کا نشانہ بنایا جا رہا تھا۔ تو ان کو سہولتیں پیدا ہو گئیں، اس علاقے میں اس کا بڑا رعب پڑا کہ اللہ کے فضل سے جماعت احمدیہ با اثر ہے اور ان کے بڑے بڑے افسر بھی خدمت کرنے کا جذبہ رکھتے ہیں، منکسر مزاج ہیں۔ ان کے ساتھ مل کر وہ انہی برتنوں میں کھاتے پیتے تھے، اس کا بھی بہت اثر پڑتا تھا۔ پھر اور کئی قسم

کے ایسے حکومت کے افسر اور غیر افسر بڑے بڑے چوٹی کے ڈاکٹر یہ لوگ جب وہاں گئے تو اس علاقے میں ایک نئی زندگی کی روح پیدا ہوگئی۔ تو اب پھر اس طرف خصوصی توجہ کی ضرورت ہے۔

سندھی احمدی زمیندار اپنے علاقے میں آنے والے پسماندہ قوموں سے تعلق رکھنے والے ہندوؤں سے حسن سلوک کرے۔ افسوس ہے کہ اس پہلو سے سندھ کے اکثر علاقوں میں شعور بیدار نہیں ہوا اور بجائے اس کے کہ ایسے موقع سے فائدہ اٹھا کر ان لوگوں کے دل جیتے جائیں، ان سے حسن سلوک کیا جائے، تالیف قلب کے نمونے دکھائے جائیں، وہی عمومی رواج جو زمینداروں کا چلتا ہے وہ احمدی زمینداروں میں بھی جاری ہے۔ اتنا زیادہ سخت نہیں ہوگا، جان بوجھ کر کسی کا پیسہ دبانے کی روح نہیں ہوگی لیکن جہاں بس چلے ان سے بیگار ضرور لے لی جاتی تھی۔ جہاں بس چلے کچھ ناانصافی کی طرف میلان پایا جاتا ہے۔ غریب قومیں ہیں آگے سے کچھ کر نہیں سکتیں اس لئے وہ سمجھتے ہیں کہ کوئی فرق نہیں پڑتا، جب سارے معاشرے میں ان سے استفادہ کیا جارہا ہے تو ہم بھی ان سے استفادہ کریں۔ یہاں تک کہ بعض صورتوں میں تو بددیانتی کی بھی شکایتیں ملیں۔

حیرت کے ساتھ اور نہایت افسوس کے ساتھ مجھے یہ بیان کرنا پڑتا ہے کہ چند سال پہلے کی بات ہے بعض احمدی زمینداروں کے خلاف ہندو غریبوں نے خط لکھے کہ ہماری محنت کھا گئے ہیں اور جب میں نے آدمی بھجوا کر تحقیق کی تو پتہ لگا کہ بات ٹھیک تھی۔ چنانچہ ان کی محنت ان کو دلوائی گئی۔ یہ واقعات ایک دو سے زیادہ نہیں ہیں کہ واضح طور پر بددیانتی سے محنت کھائی گئی ہو لیکن احمدیت کی سفید چادر پر تو بہت ہی بدنما داغ ہے۔ اس لئے نہ صرف یہ کہ ان کے حق دینے ہیں بلکہ حق سے زیادہ دینا ہے ان سے حسن سلوک کرنا ہے۔ یہ ریگستانوں کے جگر گوشے خود آپ کے پاس پہنچ جاتے ہیں۔ احمدی ماحول میں پہنچ جاتے ہیں اس وقت اگر آپ ان کو تبلیغ کرنا چاہیں، ان سے پیار کے ساتھ حسن سلوک کے ساتھ معاملہ کریں اور توحید کا پیغام دیں تو ہرگز بعید نہیں کہ ایک دو سال کی کوششوں میں اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ یہ لوگ مسلمان ہونا شروع ہو جائیں گے اور اب تو ان میں چونکہ اسلام سے وہ تنافر باقی ہی نہیں رہا۔ ہر علاقے میں کوئی نہ کوئی ایسی بستی ہے جہاں خدا کے فضل سے اسلام کا پودا لگ چکا ہے۔ اس لئے آج کل کے ماحول میں احمدی زمینداروں کے لئے بہت ہی آسان کام ہوگیا ہے۔ تو میں سندھی احمدی زمینداروں کو یہ تحریک کرتا ہوں کہ وہ زیادہ سے زیادہ حسن

سلوک اور محبت کے ساتھ اپنے ان آنے والے مزدوروں کو مسلمان بنانے کی کوشش کریں۔

یہ لوگ سندھ کی جان ہیں، سندھ کی ساری دولت ان کی مرہون منت ہے کیونکہ سندھ کا زمیندارہ ان قوموں کی محنت کے بغیر چل ہی نہیں سکتا۔ جس زمانے میں وہاں خوشحالی ہو جائے یعنی اچھی بارشیں ہوں، موسم اچھے ہوں تو سندھ بدحال ہو جاتا ہے کیونکہ فصلیں اتنی زیادہ ہیں کہ وہاں کے مقامی لوگ اپنی محنت سے ان کو سنبھال ہی نہیں سکتے۔ تو وہاں کی خوشحالی پر سندھ روتا ہے کہ وہ علاقہ خوشحال کیوں ہو گیا ہے؟ اور جب وہ بدحال ہو اور محنت کے لئے آئے تو پھر یہ ان کو اور زیادہ بدحال بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ قوم کئی پہلوؤں سے بہت ہی اہمیت رکھتی ہے اور چونکہ یہی قومیں ہندوستان میں بھی پرلی طرف اسی قسم کے علاقے میں آباد ہیں اس لئے ہندوستان میں تبلیغ کے لئے نئے رستے کھل جاتے ہیں۔ یہ لوگ ادھر سے تعلق رکھتے ہیں ادھر سے آتے جاتے ہیں اس لئے ہمارے نقطہ نگاہ سے جو ایک مبلغ جماعت ہیں بہت ہی زیادہ اہمیت رکھتے ہیں۔ تو میں امید رکھتا ہوں کہ اس کی طرف بھی توجہ کی جائے گی۔

ہندوستان میں بھی وقف جدید قائم ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت اچھا کام کر رہی ہے۔ حیدر آباد دکن کے علاقے میں جہاں کثرت کے ساتھ نئی جماعتیں قائم ہوئی ہیں یا پنجاب کے علاقوں میں قادیان کے اردگرد جہاں خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ بیسیوں جماعتیں نئی قائم ہوئی ہیں وہاں زیادہ تر خدمت کی توفیق وقف جدید ہی کو ملی ہے لیکن ایک حصہ ابھی تک تشنہ ہے۔ یعنی اس علاقے کو ایک اندرونی طلب پائی جاتی ہے کہ ہم تک بھی کوئی پہنچے لیکن ابھی تک ہم وہاں پہنچ نہیں سکے۔ وہ ہے ’’شدھی کا پرانا کارزار‘‘ وہ علاقہ جہاں کسی زمانے میں شُدھی کی تحریک چلی تھی اور اس کے جواب میں جماعت احمدیہ نے نہایت ہی مؤثر کارروائی کی تھی یہاں تک کہ سارے ہندوستان میں احمدیت کی عظمت کا ڈنکا بجنے لگا تھا۔ اس علاقے میں ایک ہمارے معلم گئے، ان کی رپورٹ سے پتہ چلتا ہے کہ پھر وہاں کے حالات قابل فکر ہیں۔ اگرچہ فی الحال ابھی حالت اتنی زیادہ خراب نہیں ہوئی مگر قابل فکر ضرور ہے اور انہی قوموں میں دوبارہ مخفی طور پر شدھی کی تحریک چلا دی گئی ہے اور بعض جگہ اس کے اثرات نظر آنے شروع ہو گئے ہیں۔ چنانچہ ہمارے احمدی معلم جو وہاں دورے پہ گئے تھے انہوں نے لکھا کہ جب میرا رابطہ ہوا اور ان کو بتانا شروع کیا تو یہ محسوس ہوا کہ وہ خود نہیں چاہتے ہیں کہ

ہندوؤں میں واپس چلے جائیں لیکن کوئی ان کا پرسان حال نہیں، کوئی ان کو سنبھالنے والا نہیں۔ اس لئے ہندوستان کی وقف جدید کو میں اس طرف بھی توجہ دلاتا ہوں کہ وہ باقی علاقوں کے علاوہ پرانے شُدھی کے علاقوں کی طرف بھی توجہ کریں۔

ہندوستان کے لئے مشکل یہ ہے کہ ایک تو وہاں واقفین کی تعداد بہت تھوڑی ہے اور نسبت کے لحاظ سے جماعت کی تعداد ہندوستان کے مقابل پر بہت ہی تھوڑی ہے۔ پیچھے ایک صحافی دوست وہاں سے آئے تھے۔ انہوں نے اندازہ بتایا کہ ہمارے اندازے کے مطابق تین لاکھ احمدی ہیں۔ تو تین لاکھ ہندوستان کے سترّ اسی کروڑ کے مقابل پر کوئی بھی حیثیت نہیں رکھتے۔ دوسرے جماعت میں جو متمول طبقہ ہے الا ماشاء اللہ اس میں چندوں کے اعتبار سے کچھ کمزوری پائی جاتی ہے۔ وہاں کے بعض علاقے جن کے نام لینے مناسب نہیں چندوں میں بہت آگے تھے لیکن اب کچھ سست پڑ چکے ہیں۔ مالی لحاظ سے بھی وہاں کمزوری ہے اور کارکنان کے لحاظ سے بھی کمزوری ہے۔

مالی اعتبار سے تو میں نے ان کو پیغام بھیجا ہے کہ آپ تبلیغ کا پروگرام بنائیں اور اس میں کسی قسم کی کنجوسی نہ دکھائیں یعنی اپنے ارادے کو بلند رکھیں، اپنے پروگرام کو وسیع کریں۔ جہاں تک روپے کا تعلق ہے اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ کو باہر سے وہ روپیہ ملنا شروع ہو جائے گا۔ جو بھی سلسلے کی ضرورت ہے وہ اللہ تعالیٰ خود پوری کر دیتا ہے۔ جہاں تک کارکنان کا تعلق ہے یہ مسئلہ ایسا ہے کہ خود ہندوستان کو ہی نئے کارکنان پیدا کرنے پڑیں گے اور اس کے لئے ان کو توجہ چاہئے کہ دورہ کریں، قادیان کے ناظر صاحبان دورے کریں، ضروری نہیں کہ وقف جدید ہی کا ناظر ہو اور نوجوانوں کو توجہ دلائیں، وقف کی تحریک کریں۔ ڈاکٹرز، ٹیچرز یعنی اساتذہ اور خاص طور پر جو ریٹائر ہوئے ہوئے لوگ ہیں ان کو اس تحریک میں شامل کریں تو امید ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ عام لوگوں میں تبلیغ کے لئے جتنا علم ضروری ہے اس علم کے اچھے کارکنان مہیا ہو جائیں گے۔

اس غرض سے کہ ہندوستان میں وقف جدید کی تحریک کو مضبوط کیا جائے اور اس غرض سے کہ پاکستان میں بھی جہاں کام پھیل رہا ہے اور نئی ضرورتیں پیدا ہوئی ہیں اس کام کو تقویت دی جائے۔ **میں اس سال وقف جدید کی مالی تحریک کو پاکستان اور ہندوستان میں محدود رکھنے کی بجائے ساری دنیا پر وسیع کرنے کا اعلان کرتا ہوں۔** اس سے پہلے وقف جدید صرف پاکستان تک محدود تھی اور

باہر سے اگر کوئی شوقیہ چندہ دینا چاہے تو اس سے لے لیا جاتا تھا لیکن کبھی تحریک نہیں کی گئی لیکن اس کا چندہ اتنا تھوڑا ہے یعنی اس کا جو آغاز ہے چندے کا وہ اتنا معمولی ہے کہ باہر کی دنیا کے احمدیوں کی بھاری تعداد بسہولت اس میں شامل ہوسکتی ہے۔ ان کو پتہ بھی نہیں لگے گا کہ ہم کوئی مالی قربانی میں اضافہ کررہے ہیں اور اجتماعی طور پر اس کا فائدہ ہندوستان اور پاکستان کی وقف جدید کو نمایاں طور پر پہنچے گا۔

خصوصاً ہندوستان میں تو اتنی زیادہ طلب پیدا ہورہی ہے احمدیت کے لٹریچر کی اور احمدی معلمین کی کہ ایک ایک علاقے کے لئے بھی اگر موجودہ وقف جدید کے سارے وسائل کام میں لائے جائیں تو وہ پورے نہیں اترتے۔ حیدرآباد دکن جیسا کہ میں نے بیان کیا آندھرا پردیش میں حیدرآباد دکن کے اردگرد کے علاقے ہیں ان کی طلب تو یہ ہے کہ ساری وقف جدید ہمیں دے دی جائے کشمیر کا مطالبہ یہ ہے کہ ساری وقف جدید ہمیں دے دی جائے۔ ماحول قادیان کا مطالبہ یہ ہے کہ ساری وقف جدید آپس میں ضرب دے کر پھر ہمیں دی جائے۔ یعنی اتنی زیادہ ضرورت ہے کہ کئی گنا بھی وقف جدید کو بڑھا دیا جائے تو وہ ضرورت پوری نہیں ہوسکتی۔ اس لئے لازماً ہمیں کسی طریق ان ضرورتوں کو پورا کرنا ہے۔ اگر معلم فوراً نہیں پیدا کرسکتے تو لٹریچر بھجوا کے، کیسٹس بھجوا کے اور اس کے لئے ایک الگ نظام جاری کرنا پڑے گا۔ تو اس لحاظ سے میں سمجھتا ہوں کہ اگر باہر کی دنیا کو موقع ملے تو ایک عظیم الشان وقت کی ضرورت ہے جسے پورا کرنے کی توفیق ملے گی اور دوسرے یہ کہ کوئی وجہ نہیں کہ باہر کے احمدی پاکستان اور ہندوستان کی دینی خدمتوں سے محروم رہیں جبکہ ہندوستان اور پاکستان کے احمدی کبھی بھی بیرونی خدمتوں سے محروم نہیں رہے بلکہ ساری دنیا میں جو احمدیت خدا کے فضل سے قائم ہوئی ہے اس میں سب سے بڑا کردار، سب سے نمایاں کردار پہلے ہندوستان کے احمدیوں نے اور پھر ہندوستان اور پاکستان کے احمدیوں نے ادا کیا۔ تو باقی دنیا میں پھیلے ہوئے احمدیوں کو بھی طبعاً یہ طلب ہونی چاہئے کہ ہم کیوں ان علاقوں کی خدمت سے محروم رہ جائیں جنہوں نے ایک زمانہ میں عظیم الشان قربانیاں کر کے ساری دنیا میں اسلام کا بول بالا کیا ہے۔ اس قدرتی جذبے کا بھی تقاضا یہی ہے کہ ان تحریکوں کو ساری دنیا پر پھیلا دیا جائے۔

اور ہے بہت معمولی رقم مثلاً انگلستان کے لئے میں سمجھتا ہوں کہ ایک پونڈ فی آدمی سال بھر میں دینا کوئی مشکل کام نہیں اور یہ جو کم سے کم معیار ہے اس میں بچے ایک ایک پونڈ دے کر شامل

ہو سکتے ہیں اور بڑے اپنے شوق سے اس کو زیادہ دے سکتے ہیں۔عموماً پاکستان میں 12 روپے پر وقف جدید میں انسان شامل ہو جاتا ہے اور 12 روپے آخری حد نہیں ہے پہلی حد ہے۔اس لئے اگر چہ غرباء کی ایک بڑی تعداد 12 روپے تک ہی ٹھہرتی ہے لیکن امراء ایسے بھی ہیں جو اس سے بہت زیادہ دیتے ہیں ہزار ہا روپیہ دیتے ہیں۔تو میں امید کرتا ہوں کہ ایک پونڈ والے تو انشاء اللہ تعالیٰ بکثرت باہر کی جماعتوں میں پیدا ہو جائیں گے اور ایسے خاندان بھی ہو سکتے ہیں جو اپنے ہر بچے کو اس تحریک میں شامل کر لیں اور جن ملکوں میں پونڈ کرنسی رائج نہیں ہے وہ اپنے حالات دیکھ کر تخمینہ لگا کر پونڈ کے لگ بھگ کوئی رقم مقرر کر سکتے ہیں۔اب مثلاً امریکہ ہے وہ اگر دو ڈالر مقرر کر لے تو ایک پونڈ سے تو کچھ زیادہ ہی ہے لیکن وہاں کی معیشت اور اقتصادیات کے تقاضے ایسے ہیں کہ دو ڈالر بھی ان کے لئے کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔اسی طرح جرمنی والے مارک مقرر کر لیں۔اپنے اپنے ملک کے حالات کے مطابق ایک تخمینہ لگائیں اور اس کے مطابق وہ فیصلہ کر لیں۔

اس میں کوشش یہ ہونی چاہئے کہ تعداد زیادہ ہو، کثرت کے ساتھ احمدی بچے،عورتیں، بوڑھے اس میں شامل ہوں اور عام چندے کے لحاظ سے رقم اتنی رہے کہ خاندانوں پر زیادہ بوجھ نہ پڑے۔اس لحاظ سے میں امید کرتا ہوں کہ ان شاء اللہ تعالیٰ فوری طور پر یہ زائد ضرورتیں جن کا میں نے ذکر کیا ہے ہندوستان اور پاکستان میں دونوں جگہوں میں انشاء اللہ تعالیٰ ہم پوری کر سکیں گے۔

جہاں تک پاکستان کی جماعتوں کا تعلق ہے یہ عجیب بات ہے کہ جن علاقوں میں زیادہ سخت ابتلاء آئے ہیں اور غیر معمولی قربانیوں کی توفیق ملی ہے ان علاقوں میں چندے کا معیار پہلے سے بلند ہو گیا ہے۔مثلاً تھر پارکر ہے سب سے زیادہ وسیع پیمانے پر اس دور میں کلمہ طیبہ کے لئے تھر پارکر نے قربانی دی ہے، سینکڑوں کی تعداد میں کام کرنے والے نوجوان جیلوں میں گئے اور بعض ایسے بڑے بڑے زمیندار ے تھے جہاں مینیجر اور منشی وغیرہ جیلوں میں چلے گئے اس لئے کام کو بہت نقصان پہنچا۔ بعض جائزے میں نے لئے ہیں تو پتہ چلا کہ محض خاص وقت کے اوپر ان کے اچھے کارندوں کے جیل میں جانے کے نتیجہ میں فصلوں کو بہت زیادہ نقصان پہنچا ہے۔اس پہلو سے انسان دنیا کے حساب سے تو یہی سوچتا ہے کہ وہاں چندوں میں کمی آئی ہوگی مگر سارے پاکستان میں گزشتہ سال کے مقابل پر سب سے زیادہ اضافہ ضلع تھر پارکر میں ہوا ہے اور بائیس ہزار کے مقابل پر چالیس ہزار سے زائد رقم

انہوں نے سترہ دسمبر تک ادا کر دی تھی اور ابھی یہ وصولیاں جاری ہیں۔تو یہ بات بتاتی ہے کہ جہاں خدا تعالیٰ قربانی کی توفیق عطا فرماتا ہے وہاں نیکی کی سعادتیں بڑھا دیتا ہے، نیکی کی توفیق بڑھا دیتا ہے اور ہر جہت میں وہ توفیق اللہ تعالیٰ کے فضل سے بڑھتی چلی جاتی ہے۔اب تھرپا کر ہی کو اس دفعہ سب سے زیادہ وقف جدید کی ضرورت بھی ہے کیونکہ وہی علاقہ ہے جہاں زیادہ تر وقف جدید کا کام چل رہا ہے اور جہاں ہندوز یادہ تعداد میں آباد ہیں۔تو بیرونی دنیا سے بھی ان کی مدد ہو تو بہت اچھا اقدام ہوگا انشاء اللہ۔اس میں برکت پڑے گی اور سلسلے کی ساری ضرورتیں بسہولت پوری ہو جائیں گی۔

اس تحریک کے ساتھ میں نئے سال کا اعلان کرتا ہوں اور اس اعلان کے ساتھ میں یہ بھی توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ جماعت کی دیگر مالی ذمہ داریوں پر اس کا اثر نہیں پڑنا چاہئے۔اس شرط کے ساتھ یہ تحریک کی جارہی ہے کہ کسی جگہ سے بھی یہ شکوہ نہیں پھر آنا چاہئے کہ آپ نے ایک اور تحریک کر دی تھی اس لئے ہمارے فلاں چندے میں کسی قسم کی کمی آگئی ہے یا کسی اور طرف Diversion ہوگئی جس کے نتیجہ میں کمی آگئی۔

ہر چندے میں ہر پہلو سے ہر سال ہمارا قدم خدا کے فضل سے آگے بڑھنا چاہئے اور یہ تحریک بھی اگر آپ اس روح کے ساتھ جاری کریں گے اور اس روح کے ساتھ اپنائیں گے تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کے ایمان میں، آپ کے اخلاص میں ہی برکت نہیں ڈالے گا بلکہ آپ کی مالی وسعتیں بھی بڑھائے گا اور پہلے سے زیادہ بہتر حال میں آپ اپنے آپ کو پائیں گے۔ خدا کی راہ میں خرچ کرتے وقت خوف نہیں محسوس کرنا چاہئے۔ بیوی بچوں کا حق ضرور رکھنا چاہئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسی قربانی سے منع فرمایا ہے جس کے نتیجہ میں اہل وعیال کا حق مارا جائے۔یعنی ان کے دل میں دین کے خلاف ردعمل پیدا ہو جائے۔اس حد تک قربانی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجتناب کا حکم فرمایا ہے۔بعض دفعہ یہ کہہ کر چندے واپس کئے کہ تم اپنے بیوی بچوں کو غریب چھوڑنا چاہتے ہو اور اپنے بیوی بچوں کو اس حال میں چھوڑنا چاہتے ہو کہ وہ گویا دین سے پھر جائیں یہ نہیں ہوگا اس لئے عفو کے دائرے میں رہیں جو قرآن کریم کی اصولی تعلیم ہے۔

قرآن کریم فرماتا ہے تجھ سے پوچھتے ہیں کیا خرچ کریں؟ تو ان کو جواب دے کہ **عفو** خرچ کرو۔(البقرہ:۲۲۰) **عفو** سے مراد یہ ہے کہ اپنی بنیادی ضرورتوں سے جو زائد ہے اس میں سے

جتنا چاہو دو۔ لیکن بنیادی ضرورتیں نہ کاٹو سوائے اس کے کہ بعض خاص مواقع پر دین کی بنیادی ضرورتیں تقاضا کرتی ہوں ایسی صورت میں پھر سب کچھ پیش کرنے کا بھی حکم ہو جایا کرتا ہے لیکن وہ امتیازی حالات ہیں۔

وقف جدید کے چندے میں زیادہ سے زیادہ شمولیت اختیار کریں لیکن اس شرط کے ساتھ کہ نہ دیگر چندے متاثر ہوں، نہ بنیادی ضرورتوں پر اثر پڑے اور عــفــو میں جہاں تک بھی ممکن ہے آپ زیادہ سے زیادہ محنت کریں کہ عــفــو کا ایک بڑا حصہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں پیش ہو۔ یعنی بنیادی ضرورتوں کو پورا کرنے کے بعد جو کچھ بچتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جماعت کو ہر آن آگے کی طرف بڑھاتا چلا جائے اور ہر آن خدا کے فضل سے جماعت آگے کی طرف بڑھ رہی ہے۔ اس ابتلاء میں ایک بھی دن ایسا نہیں آرہا جبکہ کسی جگہ سے یہ بری خبر آئے کہ جماعت کا قدم پیچھے ہٹ گیا ہے۔

وقف جدید کی یہ رپورٹ بڑی تفصیلی ہے۔ اس کے پڑھنے کا تو وقت نہیں۔ میں نے عمومی باتیں آپ کے سامنے پیش کر دی ہیں۔ اس رپورٹ سے بھی پتہ چلتا ہے کہ سارے پاکستان میں بفضلہ تعالیٰ ہر جہت سے وقف جدید کا قدم آگے بڑھا ہے۔ ۱۷/دسمبر تک کل وصولی میں تقریباً سوا لاکھ کا اضافہ ہو چکا ہے۔ جبکہ گزشتہ دستور جو چلا آرہا ہے اس کی رو سے جنوری تک یہ وصولیاں ہوں گی اور لکھوکھہا روپیہ جنوری تک مزید وصول ہونے کی توقع ہے۔ تو زائد جتنا بھی وصول ہوگا وہ گزشتہ سال سے بڑھ کر ہے۔ تو امید ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ ہر میدان میں جماعت حسب دستور، حسب روایات آگے ہی قدم بڑھائے گی۔ دعاؤں سے اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتے ہوئے، اس پر توکل کرتے ہوئے آگے بڑھتے چلے جائیں۔ **دشمن کو ہمارا یہی جواب ہے کہ تم جتنا چاہو زور لگالو، ایڑی چوٹی کا زور لگالو، جو کچھ تمہاری راہ میں ہے خرچ کر ڈالو، اپنے گھوڑے، اپنے مال مویشی، اپنی قوتیں، اپنے لشکر سب جھونک دو مگر اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ جماعت احمدیہ کے حق میں ہمیشہ پورا ہوتے دیکھو گے کہ ہم تمہارے جلتے ہوئے دلوں کو دکھاتے ہوئے آگے بڑھتے چلے جائیں گے۔ ایک دن بھی ہم تم سے رکنے والے نہیں ہیں۔ نہ رکیں گے، نہ رک سکتے ہیں، نہ کبھی ممکن ہے کہ خدا کی قومیں کسی میدان میں بھی آکر مات کھا جائیں یا پیچھے ہٹ جائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہمیشہ آگے ہی بڑھاتا چلا جائے۔**

خطبہ ثانیہ کے دوران حضور نے فرمایا:

کچھ جنازہ ہائے غائب کے متعلق درخواستیں آئی ہیں۔خاص طور پر ایک دو جو فوت شدگان ہیں ان کے لئے دل میں یہی تحریک ہوئی کہ جمعہ پر ہی ان کی نماز جنازہ غائب پڑھائی جائے۔ان کے ساتھ باقی بھی شامل ہو جائیں گے۔

سب سے پہلے مکرم چوہدری غلام حیدر صاحب صدر جماعت چک ۵۶ ضلع بہاولپور کی وفات کا اعلان کرتا ہوں انا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔آپ کو یہ نمایاں امتیاز حاصل ہے کہ خدا کے فضل سے دو بیٹے مربی ہیں۔ایک پاکستان میں کام کر رہے ہیں اور ایک غانا میں کام کر رہے ہیں اور بہت ہی غیر معمولی اخلاص کا تعلق رکھنے والے بزرگ تھے۔سادہ طبیعت لیکن نہایت اچھے مبلغ اور سارے اپنے رشتہ داروں میں احمدیت پھیلانے کا یہی موجب بنے خدا کے فضل کے ساتھ۔ان کے ایک بیٹے ہیں ناصر احمد صاحب ملہی وہ غانا میں ہیں۔وہ بھی شامل نہیں ہو سکے۔اس لئے ان کی وجہ سے خاص طور پر مجھے تحریک ہوئی کہ نماز جمعہ کے ساتھ ہی ان کی نماز جنازہ غائب پڑھی جائے۔

☆ دوسرا جنازہ ہے بشارت محمود صاحب مبلغ سلسلہ مغربی جرمنی کے چھوٹے بھائی کا جو عین جوانی کے عالم میں ایک حادثے کا شکار ہو گئے۔

☆ تیسرا چوہدری محمد صادق صاحب جھنگ۔

☆ چوتھا مکرمہ وزیر بی بی صاحبہ اہلیہ مکرم چوہدری رشید احمد خان صاحب ہے۔یہ ہمارے ڈاکٹر صلاح الدین صاحب شمس جو منیر الدین شمس صاحب کے بھائی ہیں ان کی خوشدامنہ تھیں۔

پھر ہیں بشریٰ صاحبہ بنت نذیر احمد صاحب ننگلی۔یہ بھی عین جوانی کے عالم میں ایک چھوٹی بچی چھوڑ کر وفات پا گئیں۔

☆ اہلیہ حکیم محمد دین صاحب قادیان

☆ مکرم ماسٹر امیر عالم صاحب شیخوپورہ جن کے الفضل میں علمی مضامین شائع ہوتے رہے ہیں۔جماعت کے بہت سے لوگ ان سے واقف ہوں گے۔

☆ پھر ہیں محمد سرور صاحب وہاڑی کی والدہ ان کا نام نہیں لکھا ہوا۔

☆ اور آخر پر مکرم و محترم صاحبزادہ احمد لطیف ابن مکرم و محترم صاحبزادہ محمد طیب صاحب یہ حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب شہید کے پوتے تھے اور بہت ہی مخلص فدائی ، جماعت کے

کاموں میں پیش پیش۔ اپنے سارے خاندان میں یہ نمونے کے احمدی تھے۔ سلسلہ سے بہت ہی اخلاص تھا۔ ایک لمبا عرصہ تک بیچارے بیمار رہے، صاحب فراش رہے اور بڑی تکلیف میں وقت گزارا لیکن بڑے صبر کے ساتھ۔ تو ان سب کے لئے خصوصیت کے ساتھ مغفرت کی دعا کی جائے۔ نماز جنازہ عصر کی نماز کے بعد جو جمعہ کے ساتھ جمع ہوگی معاً بعد پڑھی جائے گی۔